اضطراری حالت ہو۔(فتاوی رشیدیہ ۴۶۱،فتاوی رحیمیہ ۲۷۸/۷دارالاشاعت)

☆غسل تبرید (ٹھنڈک حاصل کرنے) کے لئے باہر نکلنا جائز نہیں، اگر نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔(ایضاح المسائل ص:۹۳)

☆ اگر مسجد کے اندر بڑا ٹب رکھا ہوا ہے اور اس میں غسل کرنے سے غسل کا پانی مسجد میں نہیں گرتا ہے، تو اس میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا نفلی وضو کرنا جائز ہے۔ (شامی کراچی ۴۴۵/۲، بدائع الصنائع ۲۸/۷ زکریا، احسن الفتاوی ۴۹۷/۴ ایم ایچ سعید کمپنی)

☆ اگر احتلام ہو جائے تو آداب مسجد کی رعایت کرتے ہوئے تیمّم کر کے باہر نکلے اور بہت جلد غسل کر کے واپس ہو جائے، اس احتلام کی وجہ سے اعتکاف اور روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی اور سونے کی حالت میں احتلام ہو جانا اور ریح خارج ہو جانا آداب مسجد کے خلاف نہیں۔(شامی کراچی ۴۴۵/۲،ایضاح المسائل ۵۴)

☆ نابالغ لڑکا سمجھ دار ہو، نماز کو سمجھتا ہو، اور صحیح طریقہ سے پڑھتا ہو، تو معتکف ہو سکتا ہے نفلی اعتکاف ہوگا مسنون نہ ہوگا، اگر نا سمجھ ہو تو نہیں بیٹھ سکتا؛ اس لئے کہ مسجد کی بے ادبی کا اندیشہ ہے۔(فتاوی رحیمیہ ۲۸۰/۷،دارالاشاعت)

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْن.

(۱٦)

لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَهٰذَا عِيْدُنَا

[بخاري شريف ۱/۱۳۰، مسلم ۱/۲۹۱]

پیغامِ عید

- انعام خداوندی کا دن
- عیدین کی راتیں
- خوشی میں اظہارِ بندگی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قدیم زمانہ سے دنیا کی ہر قوم اور ہر مذہب میں یہ دستور چلا آرہا ہے کہ ان میں ایک خاص دن ہوتا ہے، جس دن وہ سب بہتر سے بہتر خوراک، عمدہ سے عمدہ لباس استعمال کرتے ہیں اور پوری شان وشوکت کے ساتھ ایک دوسرے سے ملتے اور ملاقاتیں کرتے ہیں اور اپنا تیوہار مناتے ہیں۔

اسلامی شریعت نے بھی انسانی فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے متبعین کے لئے سال میں دو دن عید کے نام پر خوشی ومسرت کے لئے تجویز کئے ہیں، مگر اس نے اپنے پیرؤں کو بھی رسم ورواج کا پابند بنانے کے بجائے خوشی کے اس موقعہ پر ایک معتدل اور متوازن طریقہ کی رہنمائی کی، اور دو رکعت نماز واجب کر کے خوشی کے جذبات کے ساتھ معرفت خداوندی کے حصول اور نعمت خداوندی کے شکریہ کی بجا آوری کی طرف توجہ دلائی، اسی طرح خوشی کے اس موقع پر شریعت اسلامیہ نے امت کے پسماندہ اور غریب محتاج لوگوں کی خبر گیری کرنے، اور ہر مسلمان کو تکبر وگھمنڈ سے بچنے کی تلقین فرمائی، آج عموماً لوگ اپنے تہواروں کے موقع پر غرور وتکبر اور معاصی کا اعلانیہ اظہار کرتے ہیں، مگر مسلمان زمین وآسمان کی تمام طاقتوں کو ہیچ سمجھ کر اس خوشی کے موقع پر خدا کی عظمت وکبریائی اور اسی کی طاقت وقوت کی آواز لگاتا ہے، گھر سے نکلتے وقت بھی، اور عید گاہ جاتے ہوئے بھی، حتی کہ بار بار نماز کے اندر بھی اللہ اکبر اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے)

لوگ ایسے موقعوں پر فخر کیا کرتے ہیں؛ لیکن شیدائی رسول اعلان کرتا ہے، وللہ

الحمد، تمام خوبیاں اور تعریفیں صرف خدا کی ذات میں ہیں، لوگ اپنے تہواروں میں گردن اٹھا کر سینہ تان کر اکڑتے ہوئے پھرتے ہیں؛ لیکن اسلام کے چاہنے والے گردن جھکائے نظریں نیچی کئے ہوئے، کیا امیر، کیا غریب، کیا بادشاہ اور کیا فقیر سب ایک ساتھ خدائے واحد کے سامنے سجدوں میں گر جاتے ہیں۔

آج اکیسویں صدی کی تہذیب یافتہ دنیا میں کوئی ہزاروں کا نہیں سینکڑوں کا مجمع بھی ہے، جو اس شان وشوکت کے ساتھ، اس کروفر کے ساتھ کہیں اکٹھا ہو، اور اس سکون وخاموشی کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹ جائے، یہ صرف کرشمہ ہے تہوار کے اندر یاد خدا کے شامل ہو جانے کا۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم وذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

انعام خداوندی کا دن

عید الفطر کا دن اسلامی تاریخ میں خوشی ومسرت کا دن ہے، درحقیقت یہ انعام خداوندی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے روزوں کے اختتام پر معین فرمایا ہے۔

حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ عید الفطر کی رات کو آسمانوں میں لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے جانا جاتا ہے، ایک تفصیلی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام شہروں (جگہوں) میں بھیج دیتے ہیں، وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے نکڑوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے (جس کو انسان اور جنات کے علاوہ ہر مخلوق

سنتی ہے) پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس رب کریم کی بارگاہ میں چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے، اور بڑے بڑے قصور (گناہوں) کو معاف کرنے والا ہے، پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری کی پوری دی جائے۔

حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ اے فرشتوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضاء اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میرے جلال کی قسم میری عزت کی قسم! آج کے دن اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزت کی قسم جب تک تم میرا خیال کرو گے، میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو راز میں رکھوں گا) میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم تمہیں مجرموں (کافروں) کے سامنے رسوا اور ذلیل نہیں کروں گا، بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ تم نے مجھے راضی کر دیا، میں تم سے راضی ہو گیا۔

یہ انعام خداوندی ان خوش نصیب مسلمانوں کے لئے ہے، جنہوں نے رمضان کے معمولات کو پورا کیا ہو، اس ماہ میں اپنے رب سے خصوصی لگاؤ اور تعلق پیدا کیا ہو، طبیعت کو نیکیوں کا خوگر بنایا ہو، قرآن مقدس سے اپنا رشتہ مضبوط کیا ہو، تمام گناہوں

پرتوبہ واستغفار کیا ہو، رات میں اپنے گرم بستروں اور میٹھی نیند کو چھوڑ کر اپنے رب کو منانے کا سامان کیا ہو اور خوف خدا اور خشیت الٰہی کے گرم آنسوؤں سے اپنے رخساروں کو تر کیا ہو، حقیقت میں عید الفطر کی خوشی ومسرت انہیں لوگوں کا حصہ ہے۔

یہ عیدِ سعید کی خوشیاں ان لوگوں کو زیب نہیں دیتیں، جنہوں نے رمضان المبارک کے احترام کو پامال کیا ہو، خواہش نفس کے غلام بنے رہے ہوں، جھوٹ، غیبت، چغلی میں کوئی کمی نہ آئی ہو، اور اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لئے چند آنسو نہ بہا سکے ہوں حقیقت میں ایسے لوگوں کے لئے یہ دن پیغام خوشی ومسرت نہیں؛ بلکہ ان کے لئے یہ تازیانۂ عبرت ہے کسی شاعر نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا ہے:

بے تکلف دن میں جو کھاتے تھے ان کی عید کیا
چائے سگریٹ نوش فرماتے تھے ان کی عید کیا

بغض وکینہ لے کے دل میں جب ملے تو عید کیا
عید کے دن بھی نہ دل سے مل سکے تو عید کیا

جن کے دل میں احترام ماہ رمضاں ہی نہ تھا
ایسے روزہ خور انسانوں کی طالبؔ عید کیا

آج ہمیں عید سعید کی پر مسرت ساعتیں حاصل ہو رہی ہیں، آج کا دن ہمیں یہ پیغام دے رہا ہے کہ ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ عید سعید کی حقیقی مسرتیں ہمیں حاصل ہو رہی ہیں یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے، تو یہ مقام ہمارے لئے لائق شکر ہے اور قابل مبارک باد ہے؛ لیکن اگر جواب نفی میں ہے تو یہ ہمارے لئے حسرت وافسوس کا مقام ہے کہ آج جب کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بخشش وانعام کی موسلا دھار

بارش ہورہی ہے، وہ کون سی رکاوٹ ہے اور کون سا جادو ہے جو ہمیں فکر آخرت اور خدا کے سامنے جوابدہی سے غافل بنائے ہوئے ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت و کوتاہی اور خواہش نفس کی اسیری دائمی راحت وسکون کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ بن جائے؛ اس لئے آج اس مبارک موقع پر خدا کی بارگاہ میں سرنیاز خم کر کے خواہش نفس سے آزادی، خدا اور رسول سے وابستگی، قرآن مقدس سے تعلق، احکام اسلام کو بروئے کار لانے کا پختہ عہدو پیمان کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عید کی حقیقی مسرت وشادمانی سے ہم کنار فرمائے۔آمین

عیدین کی راتیں

عیداور بقرعید کی راتیں بھی بہت قیمتی ہیں، ان میں بھی جاگنے اور عبادت کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مَنْ قَامَ لَيْلَتَى الْعِيْدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ. (ابن ماجة:۱۲۷، باب فيمن قام ليلتي العيدين)	جس نے اللہ کے لئے دونوں عیدوں کی راتوں میں عبادت کی اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوجائیں گے۔

یعنی قیامت کے دن جب کہ لوگوں پر بے حد سختیاں ہوں گی، اس دن ان راتوں کی قدر کرنے والوں کے دل بالکل بے خوف اور مطمئن ہونگے، عید کی رات میں اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو انعامات سے سرفراز کرتا ہے؛ اس لئے اس کو لیلۃ الجوائز (انعامات کی رات) کہا جاتا ہے، عارفین اور بزرگان دین کے لئے یہ رات مسرت کا

ابدی پیغام اور وصال محبوب کا عنوان بن کر آتی ہے، وہ انعامات خداوندی کے حصول کے لئے راتوں رات بارگاہ ایزدی میں حاضر رہ کر سر بستہ راز و نیاز میں مشغول رہتے ہیں اور بیش از بیش رحمت خداوندی کے مستحق بنتے ہیں؛ لیکن اس کے برخلاف آج ہمارے معاشرہ میں عید کی رات اور اس کا دن دل کھول کر معاصی ومنکرات میں ابتلاء کا سمجھا جاتا ہے، عید کی متبرک رات عبادت میں گذارنے کے بجائے بازاروں میں تفریح اور ہوٹلوں میں بیٹھ کر گپ شپ کرنے میں ضائع ہوجاتی ہے، بازاروں میں بے پردہ مسلم عورتوں کا وہ ہجوم ہوتا ہے کہ الامان والحفیظ، گویا اللہ کی رحمت کا استقبال اس کی بر سر عام نافرمانی کر کے کیا جاتا ہے اور انعام خداوندی کا مستحق بننے کے بجائے باقاعدہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بننے کی سعی کی جاتی ہے، اور طرہ یہ کہ یہ سب خرافات مذہبی تیوہار کے نام سے کی جاتی ہیں، غیروں کے سامنے عید کے اصل مقصد جذبۂ عبادات کا اظہار نہیں ہوتا؛ بلکہ سراپا لہوولعب کا نظارہ پیش کیا جاتا ہے۔

قرآن وحدیث کی نظر میں یہ طریقہ مسلمانوں کا نہیں؛ بلکہ ان گمراہ اور رحمت سے دور یہود ونصاریٰ اور مشرکین کا ہے، جنہوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنالیا تھا، جن کی شناعت بیان کرتے ہوئے قرآن کریم نے جابجا ''اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا'' کے الفاظ ذکر فرمائے ہیں، یہ طریقہ اسلامی روح کے منافی اور اسلامی خصوصیت کے خلاف ہے، اسلام خوشی منانے کے خلاف نہیں؛ لیکن بے حیائی، فحاشی کے ذریعہ خوشی کے اظہار سے روکتا ہے اور بدقسمتی سے آج خوشی اور تیوہار اسی کو سمجھا جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ بے حیائی اور بدعملی کا مظاہرہ کیا جائے، عید سعید کی ان مبارک گھڑیوں میں ہمارے اکثر نوجوان سینما ہالوں کا رخ کرتے ہیں، موسیقی بھرے

نغموں اور گانوں کی ریکارڈنگ سے کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔

اب بھی وقت ہے ہمیں اپنی بدعملی کی ریت بدلنی چاہئے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اپنی کوتاہیوں اور خطاؤں سے توبہ کر کے قرآن وسنت کو حرز جاں بنا کر رحمت اور فضل خداوندی کا اولین مستحق بننا چاہئے۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّهُ وَتَرْضَاهُ.

عید کی تیاریوں کے لئے قرض لینا اچھا نہیں

عید سعید کے موقع پر اگر اللہ نے وسعت وفراخی سے نوازا ہو تو نئے کپڑے استعمال کرنا اچھا ہے، اور اگر نئے کپڑے بنانے کی گنجائش نہ ہو تو پرانے اور صاف ستھرے کپڑوں پر ہی عید منانا چاہئے۔ (درمختار ۲/۱۶۸ کراچی)

بعض احباب نئے اور قیمتی کپڑوں اور دیگر تیاریوں کے لئے چاہے کتنا ہی قرض لینا پڑے اس سے گریز نہیں کرتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ پرانے کپڑوں پر عید ہی نہیں ہوتی، ایسے لوگوں کے لئے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اور ان کے نونہالوں کی زندگی کا درج ذیل واقعہ مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

خلیفۃ المسلمین کے بچوں کی عید پرانے کپڑوں میں

رمضان کا زمانہ تھا، گرمی اپنے شباب پر تھی اور اگلے ہفتہ عید آ رہی تھی، جو مسرتوں اور رنگینیوں کی نوید ہوا کرتی ہے، دمشق کے بازاروں میں ہر طرف سجاوٹ اور رونق ہی رونق تھی، عید کی تیاریاں بڑے زور وشور سے جاری تھیں، وزراء وامراء کی بیگمات، بچے، عزیز واقارب، شہر کے چھوٹے بڑے سب خریداری میں مصروف تھے، ہر چھوٹا بڑا نئی نئی پوشاکیں خرید رہا تھا کہ خلیفۃ المسلمین عمر بن عبد العزیزؒ کا بچہ محل

سرا میں روتا ہوا داخل ہوا۔

ماں اپنے لال کو روتا ہوا دیکھ کر بے قرار ہوگئی، اٹھایا پیار کیا، آنسو پونچھے سینے سے لگایا، پھر پوچھا بیٹا کیا بات ہے؟ تمہیں کس نے رلایا ہے، کیا کسی دوست نے کچھ کہہ دیا؟ بچہ زور زور سے رونے لگا، ماں نے بے چین ہو کر بچے کو سینے سے لگایا، میرے لال میں نہ کہتی تھی کہ گرمی اپنے زوروں پر ہے بڑے بڑے بچے بھی روزہ نہیں رکھ رہے ہیں، تم نے اپنی کم عمری میں روزہ رکھنا شروع کر دیا، شاید تمہیں پیاس لگی ہے، بچے نے آنسو پونچھے اور کہا خدا کی قسم! امی جان مجھے پیاس نہیں لگ رہی ہے، نہ روزہ لگ رہا ہے، ماں نے محبت سے پیار کرتے ہوئے کہا کہ پھر رونے کا کیا سبب ہے؟ دیکھو اگلے ہفتہ عید آ رہی ہے، اپنے بابا کے ساتھ عید گاہ جانا وہاں بڑی رونق ہوگی، بچہ بولا اسی وجہ سے تو میں رو رہا ہوں کہ اگلے ہفتہ عید ہے، میرے سارے دوست جو میرے بابا کے وزیروں اور ملازموں کے بچے ہیں، نئی نئی زرق برق پوشاکیں پہن کر عید گاہ جائیں گے، آپ کہتی ہیں تمہارے کپڑے میں ہاتھ سے دھوؤں گی، وہی ہاتھ سے دھلے ہوئے کپڑے پہن کر عید گاہ جانا، دیکھئے دوسرے بچے کتنے اچھے عمدہ کپڑے خرید کر لائے ہیں، مجھے تو ابھی سے شرم آ رہی ہے، میں عید گاہ نہیں جاؤں گا، بچہ پھر زور زور سے رونے لگا، ماں سمجھ گئی اور خود بھی اشک بار ہوگئی، ہاں بیٹا میں سب کچھ منگوا دوں گی اب تم سو جاؤ۔

تھوڑی دیر گذری تھی کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ خلافت کا کام کر کے محل سرا میں داخل ہوئے، کپڑے اتار کر آرام کرنا ہی چاہتے تھے کہ بیوی نے غمگین لہجے میں کہا: امیر المؤمنین! میری جان آپ پر فدا، اگلے ہفتہ عید آ رہی ہے، بچہ نئی پوشاک کے لئے بہت بے چین ہے، ابھی روتے روتے سویا ہے، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے سر جھکا کر فرمایا

تمہیں تو معلوم ہے کہ مجھے تو صرف سو درہم ماہانہ ملتے ہیں، جس میں کھانے پینے کا گذارا اور ایک ملازم کی تنخواہ بڑی مشکل سے پوری ہوتی ہے، کچھ بچے تو کپڑوں کی باری آئے، رہا بیت المال تو وہ صرف غریبوں، فقیروں، یتیموں اور بیواؤں کا حق ہے، میں تو صرف اس کا امین ہوں، اس کا تو خیال کرنا بھی گناہ ہے۔

بیشک میرے سرتاج! لیکن بچہ تو ناسمجھ ہے، ضد کر رہا ہے، دیکھئے نا، بچے کے موٹے موٹے آنسوؤں کے نشان اب تک رخساروں پر موجود ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی بیوی فاطمہ سے کہا: اگر تمہارے پاس کوئی چیز ہو تو اس کو فروخت کر دوں بچوں کی خوشی پوری ہو جائے گی، فاطمہ نے کہا: اے امیر المؤمنین میرے تمام زیورات تو آپ نے بیت المال میں جمع کرا دیئے ہیں؛ بلکہ وہ قیمتی ہار جو میرے والد نے یادگار کے طور پر مجھے دیا تھا، آپ نے وہ بھی جمع کرا دیا ہے، اب تو میرے پاس آپ کی محبت اور فرمانبرداری کے سوا کچھ نہیں ہے، امیر المؤمنین نے سر جھکا لیا، بڑی دیر تک سوچتے رہے، ماضی کو دیکھتے رہے، اپنا بچپن، جوانی، خوش پوشی، اور نفاست یاد آنے لگی اور وہ زمانہ یاد آیا کہ جو لباس ایک مرتبہ پہن لیا وہ دوبارہ زیب تن نہیں کیا، جس راستے سے گذر جاتے وہ راستے گھنٹوں خوشبوؤں سے مہکتے رہتے ایک عبا نہیں، سینکڑوں عبائیں پڑی رہتی تھیں، سوچتے سوچتے آنکھوں میں آنسو آ گئے، فاطمہ اپنے ہر دل عزیز شوہر کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بے قرار ہو گئیں کہا امیر المؤمنین مجھے معاف کر دیجئے گا، وہ بولے، نہیں فاطمہ مجھے اپنا بچپن یاد آ گیا تھا، پھر بیت المال کے داروغہ کے پاس ایک خط لکھا، ملازم کو خط دیا اور کہا کہ ابھی یہ خط داروغہ کے پاس لے جاؤ، جو وہ تمہیں دیں احتیاط سے لانا۔

خط میں لکھا کہ مجھے ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی بھیج دیں، تھوڑی دیر بعد ملازم خالی

ہاتھ آ گیا، فاطمہ کا دل دھک سے ہوگیا، ملازم خط کے جواب میں ایک خط لایا جس میں لکھا تھا اے خلیفۃ المسلمین آپ کے حکم کی تعمیل سر آنکھوں پر، لیکن کیا آپ کو معلوم ہے اور یہ آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک ماہ تک زندہ رہ سکتے ہیں اور جب یہ یقین نہیں تو پھر غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کے مال کا حق کیوں پیشگی اپنی گردن پر رکھتے ہیں؟ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جواب پڑھ کر بے چین ہوگئے، آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بے ساختہ فرمایا: اے داروغہ! تم نے مجھے ہلاکت سے بچالیا۔

اگلے ہفتہ عید اپنی پوری رعنائی کے ساتھ آئی، دمشق کے بازاروں اور امراء کے محلات کی رنگینیاں عروج پر تھیں، ہر طرف رونق، ہر طرف رنگینی، ہر شخص زرق برق اور قیمتی لباس میں عید گاہ جا رہا ہے؛ لیکن فلک نے دیکھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے بچوں کا ہاتھ پکڑ کر ہاتھ کے دھلے ہوئے پرانے کپڑے زیب تن کئے عید گاہ کی طرف جا رہے تھے، بچوں کے چہرے آفتاب و ماہتاب کی طرح چمک رہے تھے؛ کیونکہ آج ان کی نظر فانی دنیا کی وقتی خوشی پر نہیں؛ بلکہ جنت کی ابدی خوشیوں اور نعمتوں پر تھی۔

(صور من حیاۃ التابعین ۱/۳۳۲)

عید کے دن کرنے کے کام

عید کے دن درج ذیل امور سنت ہیں:

☆ غسل کرنا۔ (شامی کراچی ۲/۱۶۸)

☆ مسواک کرنا۔ (درمختار کراچی ۲/۱۶۸)

☆ اگر اپنے پاس موجود ہو تو خوشبو لگانا۔ (درمختار ۲/۱۶۸)

☆ عید الفطر کی نماز میں جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا۔ (ترمذی شریف ۱/۱۲۰)

☆ صدقۂ فطر ادا کر کے جانا۔(درمختار۲/۱۶۸)

☆ بقرعید میں نماز کے بعد آ کر اپنی قربانی کا گوشت کھانا۔(درمختار۲/۱۷۶)

☆ عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا۔(درمختار۲/۱۶۸)

☆ عیدگاہ تک پیدل جانا لیکن اگر عیدگاہ بہت دور ہو اور پیدل چلنا مشکل ہو تو سواری سے بھی جا سکتے ہیں، قریب جا کر کچھ دور پیدل بھی چل لیں۔

(ترمذی شریف ۱/۱۱۹، درمختار۲/۱۶۸)

☆ ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا۔(ترمذی شریف ۱/۱۲۰)

☆عید میں آہستہ آہستہ اور بقرعید میں آواز سے تکبیر کہتے ہوئے جانا۔

(فتاوی ہندیہ ۱/۱۵۰، مکتبہ ماجدیہ)

الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد.

☆ عید کی نماز سے پہلے گھر یا عیدگاہ میں کوئی نفل نماز نہ پڑھنا، گھر آ کر پڑھیں تو حرج نہیں۔(ترمذی شریف ۱/۱۲۰)

حدیث شریف میں ہے کہ عید کے دن فرشتے راستوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ اپنے رب کی طرف آؤ تمہیں خوب انعامات ملیں گے، تمہیں راتوں کو عبادت کرنے اور دنوں کو روزہ رکھنے کا حکم ہوا وہ تم نے پورا کر دیا، اب جا کر اپنے انعامات لے لو، پھر جب عید کی نماز ہو جاتی ہے تو خدا کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ جاؤ تم سب کی مغفرت ہو گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ دن آسمانوں میں یوم الجائزۃ (انعام کا دن) کہا جاتا ہے۔(معجم کبیر طبرانی ۱/۲۲۷، رقم:۶۱۸، الترغیب والترہیب ۲/۹۷، رقم:۱۶۱۸)

صدقۂ فطر

خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رمضان شریف کے ختم ہونے کی خوشی میں شکریہ کے طور پر ایک صدقہ مقرر فرمایا ہے، جسے صدقۂ فطر کہتے ہیں، اس کا ایک فائدہ حدیث شریف میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ رمضان شریف کے روزوں میں جو فضول اور بیکار باتیں ہو جاتی ہیں، صدقۂ فطر ان کو ختم کر کے روزہ دار کو بالکل پاک وصاف کر دیتا ہے۔ (مشکوۃ شریف ص: ۱۶۰)

عید الفطر کی نماز کو جانے سے پہلے پہلے فطرہ ضرور ادا کر دیا جائے، صدقۂ فطر ہر صاحب نصاب پر اپنی جانب سے اور اپنی نابالغ اولاد کی جانب سے ادا کرنا واجب ہے، اپنی بیوی اور بالغ اولاد کی طرف سے ادا کرنا واجب نہیں؛ بلکہ ان کا صدقۂ فطر ان کے مال پر لازم ہوتا ہے؛ لیکن اگر ان کی طرف سے ادا کر دیا جائے تو جائز ہے۔ (ہدایہ ا/۲۰۹)

صدقۂ فطر کی مقدار

ایک صدقۂ فطر کی مقدار نصف صاع گیہوں ہے، موجودہ اوزان (گراموں کے حساب سے ایک کلو پانچ سو چوہتر گرام چھ سو چالیس ملی گرام ہوتی ہے) اس کی قیمت بازار کے بھاؤ سے دی جائے، کنٹرول ریٹ کا اعتبار نہ ہوگا۔ (ایضاح المسائل ص: ۱۰۰)

عید کی نماز

عید اور بقر عید کے دن دو دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے، اس نماز کا وقت سورج نکلنے سے تقریباً بیس منٹ بعد سے شروع ہوتا ہے اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے، ان دونوں نمازوں کے لئے اذان وتکبیر نہیں ہے، عید کی نماز عیدگاہ ہی میں پڑھنا سنت ہے،

مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے؛ لیکن اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عید گاہ میں نماز عید ادا کرتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ عید کی نماز عید گاہ ہی میں پڑھنا بہتر ہے۔

ترکیب نماز عید

نیت: نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز عید الفطر واجب، چھ زائد تکبیروں کے ساتھ، اس امام کے پیچھے، رخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور ''**سبحانک اللّٰھم**'' اخیر تک پڑھے، پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہے اور دونوں ہاتھ چھوڑ دیں، پھر دوسری بار بھی اسی طرح ہاتھ کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ چھوڑ دے، تیسری بار ہاتھ کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہے اور اب کی بار ہاتھ باندھ لے، پھر امام اعوذ باللہ بسم اللہ اور الحمد شریف اور سورۃ پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں اور اس کے بعد رکوع وسجدہ کریں، ایک رکعت پوری ہوگئی۔

دوسری رکعت کے لئے جب کھڑے ہوں تو امام الحمد شریف اور سورۃ پڑھے، مقتدی خاموشی سے قرأت سنیں، قرأت سے فراغت کے بعد امام کے ساتھ اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑ دیں، پھر دوسری مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں، اسی طرح تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں، اس کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جائیں اور بقیہ نماز دیگر نمازوں کی طرح پوری کریں۔ (طحطاوی شریف ۲۹۰-۲۹۱، مکتبہ سلیمان مصطفیٰ مامو)

دعا کے بعد امام خطبہ پڑھے اور تمام لوگ خاموشی سے سنیں۔

خوشی میں اظہار بندگی

دنیا کی قوموں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنے تہوار اور خوشی کے دنوں میں لہو و لعب، ناچ گانا، شراب نوشی اور تفریحات کو پسند کرتے ہیں، اگلے پچھلے رنج وغم اور مصائب کو بھلا کر وقتی خوشی میں ایسے سرشار ہوجاتے ہے کہ انہیں اپنی سدھ ہی نہیں رہتی، ہم اپنے برادران وطن میں ہولی اور دیوالی کے موقع پر ایسے مناظر بکثرت دیکھتے رہتے ہیں، اسی طرح عیسائیوں کے یہاں جب کرسمس کا دن آتا ہے، تو وہ ہر طرح کے معاصی اور منکرات میں مبتلا ہوکر اظہار مسرت کرتے ہیں، یہی دستور زمانۂ جاہلیت میں بھی رائج تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ سال میں دو دن خوشی کے مناتے تھے، ان دونوں دنوں میں خوب کھیل کود ہوتا تھا، اور گانے باجے کی مجلسیں جمتی تھیں، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب سلسلوں کو ختم فرما کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان دو دنوں کے بجائے دو خوشی کے دن (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) مقرر فرمائے اور ان دونوں میں اظہار مسرت کا مظاہرہ کھیل کود، لہو ولعب اور تفریحات کے ذریعہ نہیں کرایا گیا؛ بلکہ اسلام کے ماننے والوں کو حکم ہوا کہ وہ مسرت کا اظہار اس انداز میں کریں کہ وہ خوشی ان کے ظاہر اور باطن سے نمایاں ہوسکے، دلوں کی گہرائیوں سے سرور کی خوشبوئیں اٹھیں، ذہن و دماغ کے گوشوں سے عطر بیز ہوائیں پھیلیں اور بدن کا رگ وریشہ اور رواں رواں اظہار مسرت میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوششیں کرنے لگے۔

ایسی لازوال خوشی کے حصول اور اسکے اظہار کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ

ہے کہ انسان جس رب کائنات کا بندہ ہے، وہ اس بندہ نواز کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار کر کے اس کی خوشنودی کا مستحق بن جائے، ظاہر ہے کہ جس بندہ کا آقا اس سے خوش ہو جائے، اس بندہ کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہو سکتی ہے؟ اسی لئے قرآن کریم میں فرمایا گیا: "وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ اَكْبَرُ" (اور اللہ کی طرف سے خوشنودی سب سے بڑی نعمت ہے) اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے خوشی کے دنوں میں اظہار بندگی کا حکم دے کر شکرانہ کے طور پر دوگانہ ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے، یہی عید کی اصل روح ہے، بقیہ جو لوازمات ہیں (مثلاً نہانا، دھونا، خوشبو لگانا، نئے کپڑے پہننا، بشاشت ظاہر کرنا وغیرہ) وہ سب ضمنی ہیں، آج کے دن کا اصل کام یہ ہے کہ بندہ اپنے عمل سے یہ ظاہر کر دے کہ وہ واقعی اپنے رب کا فرمانبردار اطاعت گذار ہے اور ایسے ہی بندہ کو در حقیقت آج خوشی منانے کا حق ہے، اسی مضمون کے اظہار کے لئے بعض علماء نے درج ذیل اقوال حکمت نقل فرمائے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ليس العيد لمن لبس الجديد انما العيد لمن أمن من الوعيد.

(مرقات ۳/۲۸۴ اشرفیہ)

(اصل عید اس کی نہیں جو محض نئے نئے کپڑے پہنے؛ بلکہ عید اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی وعید سے محفوظ ہو جائے) یعنی منکرات اور معاصی سے بچے اور اپنے آقا کو راضی کرنے کی کوشش کرے، اس کے برخلاف اگر گناہوں میں مست ہے اور محض ظاہری طور پر نئے کپڑے پہن کر عید کی خوشی میں شریک ہونا چاہتا ہے تو اسے حقیقی مسرت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔

(۲) ليس العيد لمن تبخر بالعود انما العيد للتائب الذي لايعود.

(اصل عید اس کی نہیں ہے جو عود کی خوشبو استعمال کرے؛ بلکہ عید تو اس توبہ کرنے والے

کے لئے ہے جو یہ عزم کر لے کہ اب کبھی گناہ نہ کرے گا) یعنی توبہ بھی محض وقتی نہ ہو بلکہ سچی اور پختہ توبہ کرنے والا ہی حقیقی مسرت سے مالا مال ہوسکتا ہے۔

(۳)ليس العيد لمن تزين بزينة الدنيا إنما العيد لمن تزود بزاد التقوى. (عید اس کی نہیں ہے جو دنیا کی زیب وزینت اختیار کرے؛ بلکہ عید تو اس کی ہے، جو تقوی کے توشہ کو مہیا کرے) بالخصوص رمضان المبارک کا مہینہ تو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے حصول کا بہترین سبب بنا کرامت محمدیہ کو مرحمت فرمایا ہے۔

روزوں کی فرضیت کا خاص مقصد بھی قرآن کریم میں یہی بیان کیا گیا ہے؛ اس لئے رمضان میں جو لوگ تقویٰ سے اپنے آپ کو آراستہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں بٹھاتے ہیں وہی درحقیقت عید کی مسرتوں کے حقدار ہیں۔

(۴) ليس العيد لمن ركب المطايا إنما العيد لمن ترك الخطايا. (عید اس کی نہیں ہے جو سواریوں پر سوار ہو؛ بلکہ عید اس کی ہے جو گناہوں اور غلطیوں کو چھوڑ دے) کیونکہ اگر گناہ کرتے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف اور خطرہ بھی رہے گا، اس خطرہ کی موجودگی میں حقیقی خوشی حاصل نہیں ہوسکتی۔

(۵) ليس العيد لمن بسط البساط إنما العيد لمن جاوز الصراط. (عید اس کی نہیں ہے جو فرش اور گدے بچھالے؛ بلکہ عید تو اس کی ہے جو اپنے لئے پل صراط سے گذرنے کا انتظام کرلے۔(مظاہر حق ۱؍۴۹۲)

آج افسوس کا مقام ہے کہ دیگر قوموں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی عید کو محض ایک تہوار سمجھ لیا ہے اور اظہار بندگی کا جذبہ ذہنوں سے بالکل محو ہوتا چلا جارہا ہے، جیسے ہی عید کا چاند نظر آتا ہے نوجوان لڑکے لڑکیوں کی ٹولیاں بازاروں میں نکل پڑتی ہیں، دکانوں پر مردوں عورتوں کا ہجوم ہوجاتا ہے، گانے بجانے کی آوازوں سے کان پڑی

آواز سنائی نہیں دیتی ہے، عید کی مبارک رات مٹر گشتیوں میں ضائع کر دی جاتی ہے اور پھر عید کے دن بھی دوگانہ کی ادائیگی کے بعد انہی لغویات کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہتا ہے، سینماہالوں اور تفریح گاہوں کی رونقیں بڑھ جاتی ہیں، یہ صورت حال اہل اسلام کی اسلامی شان کے بالکل خلاف ہے، اگر ہم بھی یہی طریقہ اپنانے لگیں گے تو ہم میں اور غیروں میں آخر کیا فرق باقی رہے گا؛ اس لئے ضروری ہے کہ عید کو اسلامی شان وشوکت کے ساتھ منایا جائے، اور یہ شان وشوکت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے؛ جب کہ ہم اپنی عید کو ہر گناہ اور ہر معصیت سے محفوظ رکھیں اور بندگی کے اظہار میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ صحیح معنی میں ہمیں اپنی بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(ماخوذ: ندائے شاہی جنوری ۲۰۰۰ء مضمون: حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب مدظلہ)